البقرۃ : 232

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ

(اور جب تم عورتوں کو طلاق دو پھر وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو تم انھیں اس بات سے مت روکو کہ وہ اپنے (پہلے) شوہر سے نکاح کریں جبکہ وہ معروف طریقے سے آپس میں نکاح کرنے پر راضی ہوں ۔)

اس میں دو طرح کی تفسیریں ملتی ہیں۔ یا تو یہ خطاب پہلے شوہر (X - Husband) سے ہے یا ولی سے۔ یعنی اسکا ایک مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہو اور وہ طلاق شدہ عورت عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا چاہتی ہو تو سابقہ شوہر ایسا کوئی کام نہ کرے جو دوسرے نکاح میں رکاوٹ بنے۔

دوسری تفسیر کے مطابق یہاں ولی (باپ یا باپ نہ ہو تو بھائی یا بھائی نہ ہو تو چچا ..) سے کہا جا رہا ہے کہ جب تمھاری عورتوں (بیٹی / بہن / بھتیجی ...) کو طلاق دیا جائے اور انکی عدت ختم ہو گئی ہے۔ اور عدت ختم ہونے کے بعد اگر پہلا شوہر نکاح کا پیغام بھیجا اور عورت اپنے پہلے شوہر سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو تم (ولی) انھیں نکاح کرنے سے نہ روکو۔

کہا گیا **فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ** (عضل) - العَضَلَةُ سخت گوشت (Stiff Muscle) کو کہتے ہیں۔ مجازاً یہ لفظ "سختی سے روکنے" کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

یہ یاد رہے کہ عدت کے درمیان میں اگر شوہر رجوع کرنا چاہتا ہے تو بیوی اور ولی کا راضی ہونا ضروری نہیں۔ اگر عدت گذر گئی یعنی تین حیض ختم ہو گئے، شوہر نے رجوع نہیں کیا پھر شوہر کو احساس ہوا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مجھے اپنی بیوی کو دوبارہ نکاح میں لینا چاہیئے۔ تو اسے نئے سرے سے نکاح کرنا ہوگا کیونکہ رجوع کی مدت ختم ہو گئی۔ نئے نکاح کے لیے شوہر کو پہلا پیغام بھیجنا ہوگا۔ عورت اور ولی راضی ہونا چاہیے۔ نیا مہر دینا ہوگا۔

شانِ نزول :- بخاری :- معقلؓ بن یسار کی بہن کو انکے شوہر نے طلاق دے دی تھی اور جب انکی عدت پوری ہوئی تو انھوں (شوہر) نے پھر سے نکاح کا پیغام بھیج دیا تو معقل نے انکار کر دیا۔ تب اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی ..." پھر معقلؓ نے اپنی بہن کی شادی کروادی۔ مومن کو شریعت کی کوئی بات پتہ چلتی ہے تو وہ اپنے انا کا مسئلہ نہیں بناتا۔ بلکہ فوراً اس حکم پر عمل کر لیتا ہے۔

اس آیت سے کئی باتیں پتہ چلتی ہے۔

I > ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا ہے۔ (فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ [تو تم (ولی) نہ روکو انھیں] سے پتہ چلتا ہے)

ترمذی :- رسولؐ نے فرمایا:" ولی کے بغیر نکاح نہیں ہے"۔

ابن ماجہ :- رسولؐ نے فرمایا : " عورت عورت کا نکاح نہ کرائے۔ اور نہ عورت خود اپنا نکاح کرے۔ پس بدکار وہی عورت ہے جو اپنا نکاح خود کرتی ہے"۔

ابوداؤد :- رسولؐ نے فرمایا:" جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اسکا نکاح باطل ہے"۔ آپؐ نے اسے تین بار فرمایا۔

II > نکاح کے لیے عورت کی رضامندی ضروری ہے۔ (إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ [جبکہ وہ معروف طریقے سے باہم راضی ہوں] سے پتہ چلتا ہے)۔

بخاری :- رسولؐ نے فرمایا:" بیوہ عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اسکی اجازت نہ لی جائے اور کنواری عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اسکی اجازت نہ مل جائے" صحابہؓ نے کہا:" یا رسول اللہ! کنواری عورت اجازت کیونکر دے گی (شرم کی وجہ سے)"۔ رسولؐ نے فرمایا :" اس کی صورت یہ ہے کہ وہ خاموش رہ جائے۔ یہ خاموشی اسکی اجازت سمجھی جائیگی"۔

بخاری :- خنساء بنت خذام انصاریہ بیان کرتی ہیں کہ:" انکے والد نے (اپنی مرضی سے) میرا نکاح کر دیا جبکہ میں ثیّبہ (شوہر دیدہ یعنی طلاق یافتہ یا بیوہ) تھی۔ اور اس نکاح کو پسند نہیں کرتی تھی۔ آخر میں رسولؐ کے پاس آئی تو آپؐ نے میرے والد کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ کر ڈالا"۔

بخاری :- قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ جعفر بن ابی طالب کے خاندان کی ایک عورت کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ اسکا ولی کہیں جبراً اسکا نکاح نہ پڑھادے اور وہ اس نکاح سے ناخوش تھی۔ آخر اس نے کسی شخص کو دو بوڑھے انصاریوں عبد الرحمٰن بن جاریہ اور مجمع بن جاریہ کے پاس یہ مسئلہ پوچھنے کے لیے بھیجا۔ انھوں نے کہلا بھیجا کہ تو کیوں ڈرتی ہے۔ خنساء بنت خذام کا نکاح انکے والد نے جبراً کر دیا تھا۔ اور وہ اس نکاح کو پسند نہیں کرتی تھی تو رسولؐ نے یہ نکاح فسخ کر دیا تھا۔

ابوداؤد :- ایک کنواری لڑکی نبیؐ کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ اسکے والد نے اسکا نکاح اسکی مرضی کے بغیر کر دیا ہے۔ تو نبیؐ نے اسے اختیار دیا (یعنی چاہے تو اسکے نکاح میں رہے یا فسخ کر دے)۔

ہمارے معاشرے میں کبھی لڑکی کی رضامندی پوچھی نہیں جاتی۔ ماں باپ اپنے معیار کے حساب سے لڑکا پسند کرتے ہیں۔ حالانکہ زندگی تو میاں بیوی کو گذارنی ہے اسلیے پہلے ان سے پوچھا جائے۔ ہمارے یہاں نکاح کے وقت جبکہ سارے لوگ شادی کے لیے آئے ہوتے ہیں تب دلہن کی دستخط (Signature) لیتے وقت پوچھا جاتا ہے۔ اِلا ماشاء اللہ آج بھی کئی لوگ پہلے لڑکی سے اسکی رضامندی پوچھتے ہیں۔

ایک اور بات! کچھ لوگوں نے اس آیت کے ذریعے یہ دلیل دی ہے کہ نکاح کے لیے ولی کا راضی ہونا ضروری نہیں کیونکہ وہ نہ تو سیاق وسباق (Context) دیکھتے ہیں اور نہ ہی حدیثوں کا حوالہ لیتے ہیں۔ اگر ولی کے بغیر نکاح ہو سکتا ہے تو پھر اسی آیت میں یہ کہنے کی ضرورت ہی کیا ہوتی کہ تم (ولی) انکو نکاح کرنے سے مت روکو۔ اگر ولی کے پاس اختیار ہی نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ ولی کو نکاح روکنے سے منع ہی کیوں کرتا۔ بحرحال لڑکی کے ولی کی رضامندی ضروری ہے۔ لڑکا اپنا نکاح خود کر سکتا ہے۔ نکاح کے لیے تین لوگوں کی رضامندی ضروری ہے لڑکی، لڑکی کے ولی اور لڑکے کی رضامندی۔

اگر لڑکی کا والد اپنی بیٹی کی شادی نہیں کروانا چاہتا تاکہ بیٹی کماتی رہے یا کسی اور وجوہات کی وجہ سے بیٹی کی شادی نہیں کروا رہا ہے یا جبراً ایسی جگہ بیٹی کی شادی کروا رہا ہے جہاں بیٹی پسند نہیں کرتی تو بیٹی قاضی کے پاس جائیگی۔ قاضی سارے معاملات کو سنے گا۔ والد کو بھی بلائے گا۔ اسے سمجھائے گا۔ اگر والد پھر بھی نہ سمجھے تو قاضی والد کی ولایت کو فسخ کر دیگا۔ اسکے بعد اس لڑکی کے والد کے بعد جو قریبی ولی (بھائی یا چچا یا چچا کا بیٹا ...) ہے وہ اسکی شادی کروائیگا۔ عورت کسی کی شادی نہیں کروا سکتی۔ مرد جو والد کی طرف سے ہے، وہ شادی کروائیگا۔ اگر کوئی بھی اسکا ولی نہیں ہو تو سلطان (بادشاہ) اسکا ولی ہوگا۔ یعنی قاضی یا جج اسکا ولی ہوگا۔

ابن ماجہ :- "جس کا کوئی ولی نہ ہو، اس کا ولی حاکم ہے"۔

ذَٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَن كَانَ مِنكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

(یہ اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے)

پچھلی آیت 228 میں عورتوں کو اللہ اور آخرت کے دن سے ڈرایا گیا۔ اب یہاں مردوں کو ڈرایا جا رہا ہے جو بھی شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھے گا وہ ان نصیحتوں کو قبول کریگا۔ ایمان کے ویسے تو چھ ارکان ہیں : اللہ، فرشتوں، کتابوں، رسولوں، آخرت اور تقدیر کے اچھے اور برے ہونے پر ایمان رکھنا۔ لیکن عام طور پر جب بھی نیک عمل کے لیے حوالہ دیا جاتا ہے تب اللہ اور آخرت پر ایمان کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ کئی حدیثیں بھی اسطرح کی آئی ہے کہ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔ ... اسی طرح اور بھی کئی حدیثیں ہیں۔

کسی بھی نیکی کے کرنے اور کسی بھی گناہ سے بچنے کے لیے سب سے زیادہ اثر کرنے والا ایمان اللہ پر ایمان ہے۔ کوئی بھی کام کرنا یا نہ کرنا اسلیے ہے کہ اللہ نے حکم دیا یا منع کیا ہے۔ اسی طرح کسی نیکی کا کام کرنے کا نتیجہ آخرت میں ملنے والا ہے اور گناہ کے کام کرنے کے بعد آخرت میں عذاب ملے گا۔ اسلیے آخرت پر ایمان بھی بہت اثر کرتا ہے۔ اللہ اور آخرت پر ایمان انسان کو کسی نیکی کے کرنے اور کسی گناہ سے بچنے میں مددگار ہوتی ہے۔

ذَٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ (یہ تمہارے لیے سب سے زیادہ پاکیزہ اور زیادہ پاک ہے)

زکیٰ اس چیز کو کہتے ہیں جس میں نشو نما کا امکان ہوتا ہے۔ یعنی آگے بڑھنے کا امکان ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنے میاں کے گھر جائیگی تو آباد رہیگی۔ **وَأَطْهَرُ** اور زیادہ پاک ہے۔ جسمانی اور قلبی طہارت کے لیے یہ لفظ قرآن میں آتا ہے۔ اگر وہ گھر میں بیٹھی رہی تو لوگ بھی کئی قسم کی باتیں کریگے اور اس سے کوئی غلطی سرزد ہو سکتی ہے۔ یہ تمہارے لیے روحانی اور جسمانی پاکیزگی کے لیے ہے۔

اللہ کے بنائے گئے تمام قوانین سب سے زیادہ پاکیزہ اور زیادہ پاک ہیں۔ اس سے زیادہ بہتر کوئی قانون بنایا نہیں جا سکتا۔ اللہ نے ہی سب کو پیدا کیا ہے اسلیے اسے ہی پتہ ہے کہ کیا بہتر ہے اور کیا بہتر نہیں ہے۔ اس حساب سے ہی اللہ نے قانون طے کئے ہیں۔

عورت اپنے سابقہ شوہر سے نکاح کرے اس میں زیادہ پاکیزگی ہے بنسبت اسکے کہ وہ کسی اور سے نکاح کرے یا گھر میں بغیر بیاہ کے بیٹھی رہے۔

وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے)

(نوٹ) اس میں بہت زیادہ تاکید ہے کیونکہ یہ جملہ اسمیہ **وَاللَّهُ يَعْلَمُ** ہے۔ نہیں کہا گیا يَعْلَمُ اللَّهُ یعنی جملہ فعلیہ نہیں آیا ہے۔ مطلب یہ ہے "صرف اللہ ہی جانتا ہے" اور تم! تم نہیں جانتے۔ کبھی کبھار ہمیں اللہ کے احکام کی حکمتیں سمجھ نہیں آتی لیکن اللہ کے ہر حکم میں کچھ نہ کچھ حکمت ضرور ہوتی ہے۔